Fikr-o-Nasar (Islamabad) 23:3 (1986)
© rasailojaraid.com

فکرونظر، جلد ۲۳، شمارہ ۳ (۱۹۸۶ء)، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان ۔

اجارہ قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا محمد طاسین کے مقالہ پر تبصرہ

محمد اکرم خان

جناب مولانا محمد طاسین صاحب کا مقالہ ,,اجارہ قرآن و حدیث کی روشنی میں،، فکرونظر (ج۲۳، ش ۲، اکتوبر ۔ دسمبر ۱۹۸۵، ص ۴۸ ۔ ۱۲۰) میں شائع ہوا ہے یہ ایک عالمانہ مقالہ ہے جس میں مصنف نے بنیادی اسلامی مآخذ کی روشنی میں یہ استدلال کیا ہے کہ مکانوں اور دیگر پائیدار اثاثوں (Fixed Assets) کا کرایہ وصول کرنا مکروہ تحریمی ہے (ص ۱۰۳) ۔ پائیدار اثاثوں پر کرایہ اجتماعی طور پر جائز رہا ہے (ص ۴۷) لیکن مصنف نے تحقیق جدید کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اِس کے بعض پہلو ربٰو سے مشابہ ہیں اور بعض بیع سے ، اور مجموعی طور پر اس کا حکم مکروہ تحریمی کا بنتا ہے پائیدار اثاثہ جات کے کرایہ کے ضمن میں موصوف نے انسانی محنت کے معاوضے یعنی اجرتوں کے تعین پر بھی ایسی اصولی باتیں کہی ہیں جن کے بہت دور رس نتائج نکل سکتے ہیں ۔ اِس کے علاوہ ایسے بنیادی سوالات جیسے کہ معاشی عدل، اسلامی معاشی نظام کے خد و خال ،معاشی محرک اور انسان کی نفسیات وغیرہ پر بہت سی آراء ظاہر کی ہیں ۔ اِس مقالہ میں ہمارا مقصد مولانا موصوف کے مقالہ پر اپنی رائے پیش کرنا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری مجموعی رائے یہ ہے کہ بنیادی اسلامی مآخذ کی روشنی میں جناب مصنف نے جو رائے قائم کی ہے وہ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس سے بہت سی عملی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں، مزید برآں بہت سے معاملات پر اُن کی رائے کی حیثیت ایک موضوعی رائے سے زیادہ نہیں، جس کو معروضی دلائل سے ثابت کرنا محال ہے پیشتر اس کے کہ ہم اپنی اختلافی رائے کے دلائل بیان کریں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم عرض کر دیں کہ ہم موصوف کے مقالہ کے بعض حصّوں سے کلیّ طور پر متفق ہیں ۔ جیسے کہ آپ نے ہائر پرچیز کے سلسلہ میں جو رائے دی ہے ہماری رائے بھی وہی ہے اسی طرح کِرایہ در کرایہ کا معاملہ بھی صریحاً ربوٰ ہے البتہ درج ذیل امور ایسے ہیں جن میں مولانا موصوف سے اتفاق کرنا محال ہے:

۱ ۔ مثالی اسلامی معاشرہ میں کرایہ کا مسئلہ

مولانا محمد طاسین صاحب نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ میں مکانوں کے کرایہ کا مسئلہ پیدا نہ ہوگا کیونکہ مکان ہر آدمی کی بنیادی ضرورت ہے اور بنیادی حق بھی، اسلام ,,حکومت اسلامی پر لازم ٹھہراتا ہے کہ وہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت شہریوں کی بنیادی معاشی ضروریات کا بندوبست کرے ،، ۔ (ص ۹۰) ، حقیقی اسلامی معاشرے کا تصور مولانا کے نزدیک یہ ہے کہ یہ ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے ,,جس میں محض سرمایہ کی بنا پر کسی کو کچھ نہیں ملتا، جو کچھ ملتا ہے صرف دماغی ، جسمانی سعی و محنت کے ذریعہ ملتا ہے، (ص ۱۱۵) ۔ اس سلسلہ میں ہماری معروضات درج ذیل ہیں :

(۱) ۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ دنیا میں کوئی ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آگیا ہے جس میں ہر شخص کے پاس ضرورت کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکان ہے جہاں نہ کسی کو مکان کرایہ پر لینے کی حاجت ہے اور نہ فالتو مکان بنانے کی تحریک ، تو پھر کرایہ کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے ، واقعةً اگر کرایہ ایک منکر ہے تو اِس کو مٹانے کا صحیح معاشی عمل یہی ہے ، لیکن یہ بات خلاف واقع نہیں کہ ایسا اسلامی معاشرہ اس وقت دنیا میں کہیں بھی نہیں ہے بلکہ انسانی تاریخ میں کبھی بھی کوئی ایسا دور طلوع نہیں ہوا جہاں ایسا ہوا ہو۔ مولانا کا یہ کہنا کہ لیبیا نے ایسا کر دکھایا ہے وہاں کے حالات سے مکمل واقفیّت کی بنا پر نہیں بلکہ سنی سنائی بات معلوم ہوتی ہے لیبیا کی حکومت نے جو اشتراکی پالیسی اختیار کی ہے اور اُس کی وجہ سے وہاں پر جو معاشی عدم توازن اور حکومت کاظلم و ستم وجود میں آیا ہے اس کو اسلامی سند عطا کرنا کسی طرح سے بھی روا نہیں ہے بہرحال یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر الگ سے اعداد و شمار کی روشنی میں بات ہو سکتی ہے یہاں پر ہم صرف ایک مثال دیتے ہیں : ۱۹۸۰ میں لیبیا میں ۱۳۹۷۱۶ مکانات کی کمی تھی، جبکہ یہ کمی ۱۹۷۵ میں صرف ۹۸۰۰۰ تھی ، جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مکانات کی کمی پورا نہ کر سکی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا (ملاحظہ ہو اختر اعوان equalityEfficiency and Property Ownership in the Islamic Economic System یونیورسٹی پریس آف امریکہ ، ۱۹۸۳ ، ص ۶۹ ـ ۷۱) لہذا مولانا کا یہ موقف کہ یہ مسئلہ لیبیا نے حل کر دکھایا ہے اور ایسا کرنا ممکن ہے محل نظر ہے جن معاشروں میں بھی مکانوں کی قلّت دور کی گئی ہے (سوائے خالص اشتراکی معاشروں کے) وہاں پر یہ قلّت پرائیویٹ سیکٹر میں لوگوں کی تعمیر سے دور ہوئی ہے ، لوگوں نے فالتو مکانات بنا کر کرایہ کیلئے فراہم کئے ہیں تو مسئلہ حل ہوا ہے صرف حکومت کی مساعی سے ایسا نہیں ہوا ـ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ب) ۔ مولانا محترم کی یہ رائے کہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ ہر شخص کو مکان فراہم کرے، محل نظر ہے، اس موقف کی تائید میں قرآن و سنّت سے سند فراہم کرنا ضروری ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک وسیع تر معاشرتی اور معاشی مسئلہ ہے جس کو تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف قوموں نے اپنے اپنے حالات کے مطابق حل کیا ہے (یا نہیں کیا ہے) ہم بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اسلامی حکومت کا فرض ہے البتہ اس بات پر بھی کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا کہ اگر کسی وقت اسلامی حکومت اس مسئلہ کو اس طرح حل کرنا چاہے اور جمہور عوام کی یہی رائے ہو تو اسلام میں کوئی چیز اِس کے مانع نہیں ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ اگر کوئی حکومت تمام افراد کو مکان فراہم کرنے کی ذمہ داری لے لے تو اس فرض کو نبھانا تقریباً ناممکن ہے جب تک کہ حکومت تمام ذرائع پیداوار پر قبضہ ھی نہ کر لے۔ یہ کہنا کہ بنیادی طور پر تو لوگوں کو مکانات خود فراہم کرنے چاھئیں لیکن جو نہ کر سکیں اُن کو حکومت مدد دے تو یہ بھی ایک خاص پالیسی ہے۔

جس کو کوئی حکومت خاص حالات میں اپنا سکتی ہے لیکن اس کا اسلام سے کوئی بنیادی (Inherent) تعلق نہیں ہے معاملہ حکومت کے وسائل اور لوگوں کی اپنی رائے (will) پر ہے کہ وہ ایسا چاھتے ھیں یا نہیں۔

(ج) حقیقی اسلامی معاشرے کے بارے میں بھی مولانا کا موقف محل نظر ہے یہ رائے کہ اسلامی معاشرے میں سرمایے کی بنا پر کسی کو کچھ نہیں ملتا اور صرف محنت کے ذریعہ سے ھی کسی معاوضہ یا آمدنی کا استحقاق پیدا ھوتا ہے محتاج ثبوت ہے پچھلے چودہ سو سال میں کہیں بھی کوئی ایسا اسلامی معاشرہ برپا نہیں ھوا جس میں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک حقیقت رہی ہو، یہ تصور پہلے پہل کارل مارکس نے پیش کیا اور اُس کے بعد یہ اشتراکیت کے بنیادی اصول کے طور پر دنیا میں رائج کرنے کی ,,ناکام،، کوشش کی گئی، اس کو اسلام کے بنیادی رکن کے طور پر ثابت کرنے کیلئے قرآن و حدیث سے اور عقل عامر کی روشنی میں مزید دلائل کی ضرورت ہوگی ، جب کہ تمام مسلمان معاشروں میں مضاربت و مزارعت (جن پر ہمیں مولانا کی آراء کا علم ہے) کا ہمیشہ ہی چلن رہا ہے اور جمہور علماء نے انہیں ہمیشہ ہی جائز رکھا ہے لہذا مولانا کا اسلامی معاشرے کا یہ تصور خود ساختہ ہے جس کا ثبوت لانا اُن کی ذمہ داری ہے۔

(د) ۔ اگر یہ ساری باتیں تسلیم بھی کر لی جائیں تو مولانا نے اپنے مضمون میں ساری بحث کرایے کے مکانوں پر مرتکز رکھی ہے اور دیگر اثاثہ جات کا ذکر نہیں کیا ۔ مثال کے طور پر ٹرانسپورٹ اور مشینوں کا کرایہ وغیرہ ۔ صرف ایک مقام پر کرایے کے اونٹوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کرایے پر اونٹ چلاتے تھے وہ اونٹوں کا کرایہ نہیں بلکہ اپنی محنت کا معاوضہ ہی لیتے تھے۔ اوّل تو اِس تشریح کے کیا دلائل ہیں اور کیسے معلوم کیا جائے کہ وہ کرایہ صرف محنت کا معاوضہ تھا ۔ دوم یہ کہ اِس دور میں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ انفرادی محنت سے نکل کر بہت بڑی بڑی مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے ہاتھ میں چلا گیا ہے جیسے ہوائی جہاز کی کمپنیاں اور بحری جہاز کی کمپنیاں۔ اِن کمپنیوں میں جو کارندے کام کرتے ہیں اور کمپنیوں کے مالکان جو کام کرتے ہیں تو کرایہ اس کا بدلہ نہیں ہوتا ۔ بلکہ اس میں اُس سرمایہ کا معاوضہ بھی ہوتا ہے جو یہ کمپنیاں فراہم کرتی ہیں اور یہی اِن کمپنیوں کا اصل محرّک بھی ہے یہ کہنا کہ اُن کے اِس کرایہ کو بھی صرف کارندوں کی محنت اور سرمایہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرسودگی تک محدود رہنا چاھئیے اوّل تو تعیّن کرنا ھی ناممکن ہے اور اگر کر بھی لیا جائے تو پھر اِن کمپنیوں کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ اپنا سرمایہ اِس کام پر لگائیں ۔ عملاً اگر ھم کرایہ کو اِس طرح محدود کرنے کی کوشش کریں تو سرمایہ اِن اثاثہ جات کی فراھمی کیلئے لگنا بند ھو جائے گا، اور رسد کی کمی کی وجہ سے کرایے اور بڑھ جائیں گے، پھر یہ بھی کہ اِس سے کرایہ کی ایک بلیک مارکیٹ وجود میں آ جائے گی جہاں رائج الوقت یا محدود شدہ کرایہ سے کئی کئی گنا تک کرایے وصول ھوں گے اور لوگ مجبوراً دیں گے، اس طرح سے وہ مقصد ھی فوت ھو جائے گا جس کیلئے کرایہ کی مناھی ثابت کی جا رھی ہے۔

یہی معاملہ مشینوں کے کرایہ کا بھی ہے بہت سی مشینیں کارخانہ دار کرایہ پر حاصل کرتے ھیں جس میں مشین کے ساتھ چلانے والا نہیں آتا صرف مشین ھی کرایہ پر لی جاتی ہے ایسی صورت میں تو مالک مشین کو ایک پیسہ بھی نہیں ملنا چاھئیے یا زیادہ سے زیادہ مشین کی فرسودگی کے برابر معاوضہ ملنا چاھئیے ۔ خود ھی سوچیئے کہ اِس طرح سے کون شخص اپنے سرمایہ سے مشینیں خرید خرید کر رکھے گا کہ لوگ اُس کو چلا کر پیسہ بنائیں اور یہ (صاحب مشین) محض ,,فرسودگی،، کا عوض لیتے رھیں ؟

(ز)۔ کرایہ کا ایک معاشی رول بھی ہے بہت سے نادار لوگ ایسے ھیں جن کی ضروریات زندگی پورا ھونے کا سب سے اھم ذریعہ جائیداد وغیرہ کا کرایہ ھی ہے، اگر اِس راستہ کو بند کر دیا جائے تو اِن لوگوں کی کفالت لامحالہ معاشرہ کے ذمہ آن پڑے گی، اور ایک اسلامی معاشرے میں یہ بیت المال کی ذمہ داری ھو جائے گی ۔ لیکن یہ لازماً ایک کمتر درجہ کا بندوبست ھوگا کیونکہ آپ لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ھونے سے روک رہے ھیں اور انہیں حکومت کے سر ڈال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے ہیں جہاں وہ سرکاری ملازموں کے رحم و کرم پر ہوں ، پھر یہ بھی کہ ان کی عزت نفس مجروح ہوگی ، انھیں صدقہ و خیرات کی چاٹ پڑے گی، ویسے بھی حکومت کے ذریعہ جو بھی انتظام طے پاتے ہیں وہ زیادہ غیر مستعد (Inefficient) ہوتے ہیں بہ نسبت نجی انتظامات کے ، اِس طرح آپ ایک مستعد نظام سے غیرمستعد نظام کی طرف پیش قدمی کر رہے ہوں گے،

(ز) ۔ کرایہ کے اثاثہ جات بعض اوقات معاشی نقطۂ نظر سے ایک ضرورت بن جاتے ہیں کیونکہ یہ سستے (Economical) پڑتے ہیں ۔ مثال کے طور پر بعض اوقات لوگوں کیلئے اس میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے سرمایہ کے ایک حصّہ سے مکان یا دکان یا مشینری کرایہ پر لے لیں اور باقی سرمایہ کو کاروبار میں لگالیں اور اس کاروبار سے اپنی گذر بسر کرتے رہیں لیکن اگر اثاثہ جات کرایہ پر نہ مل سکیں تو لازماً انھیں یہ اثاثہ جات خریدنے پڑیں گے اِس طرح ان کا سرمایہ اِن منجمد اثاثوں (Fixed Assets) میں پھنس جائے گا اور کاروبار کیلئے دست گرداں سرمایہ موجود نہ رہے گا، ایسی صورت میں کاروباری لوگوں کیلئے معاشی طور پر کونسی راہ بہتر ہوگی ؟

(س) ۔ مولانا محترم خود بھی اِس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ آج کے زمانے میں لوگوں کیلئے بغیر کرایہ کے اپنے اثاثہ جات دوسروں کو دینا قرین قیاس نہیں ہے لہٰذا وہ عبوری دور میں اِسے کراھت کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں (ص ۹۰) ۔ اب اِس رائے کو ذرا آگے بڑھایئے ، جوں جوں اسلامی شعور میں اضافہ ہوگا اور جوں جوں ہم مولانا کے اسلامی معاشرے کی طرف پیش قدمی کریں گے توں توں اثاثہ جات کے کرایہ پر اٹھانے کے تصور میں کمی آئے گی اور لوگ اِس سے پرہیز کریں گے ، جس سے ایسے اثاثہ جات کی رسد میں کمی ہونے لگے گی اور جو تھوڑے بہت لوگ پھر بھی ان اثاثہ جات کو کرایہ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لینا چاهیں گے انهیں بہت زیادہ کرایوں پر یہ دست یاب هو سکیں گے، کیونکہ ,,اسلامی معاشرہ،، بھی اگر وجود میں آجائے تو بھی مکانوں کے علاوہ دوسرے اثاثہ جات کی کرایہ پر مانگ باقی رہے گی لیکن کراهت کرایہ کی وجہ سے رسد میں کمی آ جائے گی جس سے ایک سنگین عدم توازن پیدا هوگا اور وہ مسئلہ شدید تر هو جائے گا جسے حل کرنے کیلئے مولانا کرایہ کو مکروہ قرار دے رہے هیں ۔

۲ ۔ کرایہ اور اجرت

مولانا محمد طاسین صاحب نے کرایہ اور اجرت کے باهمی تعلق پر بہت تفصیلی بحث کی ہے ان کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اجرت اور کرایہ باهم مماثل نہیں هیں، جس کی وجہ سے اجرت جائز هو سکتی ہے اور کرایہ مکروہ ۔ ان کے دلائل خود اُن کے اپنے الفاظ میں یوں هیں : ,,انسانی محنت کے جن اثرات و ثمرات کی خرید و فروخت هوتی ہے وہ اپنی نوعیت ، مقدار اور قدر و قیمت کے لحاظ سے متعین هوتے هیں، اِن کی نوعیت و کیفیت کا تعین افادیت کے لحاظ سے، مقدار و کمیت کا تعین وقت اور ناپ تول اور گنتی کے پیمانوں کے لحاظ سے اور قدروقیمت کا تعین عام رواج اور عرف کے لحاظ سے بخوبی هو سکتا ہے اوراجیر و مستاجر هر ایک یہ جان سکتا ہے کہ کس کا کتنا حق ہے اور عدل کے مطابق کس کو کیا ملنا چاهیئے۔ جبکہ کرائے والے غیر منصوص اجارے میں انسانی محنت و مشقت کے جن اثرات و ثمرات کی خرید و فروخت هوتی ہے وہ اپنی مقدار و کمیّت، اور قدروقیمت کے لحاظ سے متعین نہیں هوتے، یعنی کسی پیمانے اور معیار سے اِس کا ٹھیک تعیّن نہیں هو سکتا کہ کرایہ دار کے استعمال سے مثلاً ایک ماہ کی مدّت میں کرایہ والی چیز کی قدرو قیمت میں کتنی کمی واقع هوئی ہے اور مالک کرایہ دار سے اِس کمی کے عوض نقد وغیرہ کی شکل میں کتنا کرایہ لینے کا حق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دار ہے چنانچہ جب اِس میں ہر فریق کے حق کا صحیح تعیّن نہیں ہو سکتا تو صحیح طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ عدل کے مطابق کس کو کیا ملنا چاہیئے ،، (ص ۸۷)

ان دلائل میں مولانا نے بہت سے اہم مسائل کو چھیڑا ہے جن کو علیحدہ علیحدہ زیر بحث لانا ضروری ہے:

(۱) ۔ اوّل تو مولانا کی یہ رائے کہ محنت کے معاملہ میں اجیر و مستاجر ہر ایک جان سکتا ہے کہ عدل کے مطابق ہر ایک کو کیا ملنا چاہیئے محل نظر ہے۔ اس میں یہ پتہ نہیں چلتا کہ عدل سے اُن کی کیا مراد ہے۔ اِس مقالہ میں آگے جاکر (ص ۱۱۱) پر مولانا نے خود اِس نکتہ کی یوں وضاحت کی ہے کہ عدل یہ ہے کہ ,,مستاجر اِن کاموں کے مفید اثرات و نتائج کی جتنی قیمت دوسروں سے مارکیٹ میں لیتا ہے اتنی ہی قیمت کے حقدار وہ اجیر بھی ہوتے ہیں جن کے کاموں سے وہ مفید اور قیمتی اثرات و نتائج وجود میں آئے ۔ چنانچہ اگر مستاجر اپنے اجیر کو اِس کے کام کی اتنی قیمت نہیں دیتا جتنی کہ وہ اِس کام کے مفید اثرات و نتائج کی قیمت دوسرے سے لیتا ہے بلکہ اِس سے کم دیتا ہے تو یہ معاملہ اسلامی عدل کی رو سے درست و جائز نہیں ہوتا کیونکہ اِس میں اجیر کو اِس کا پورا حق نہیں ملتا بلکہ اِس کا ایک حصّہ ملتا ہے دوسرا حصّہ مستاجر ناجائز طور پر ہتھیا لیتا ہے جس کا نام ظلم و استحصال ہے،، (ص ۱۱۱)

عدل اسلامی کی یہ تعریف کچھ نہیں ہے سوائے کارل مارکس کے نظریۂ قدرِ اضافی (Theory of Surplus Value) کے۔ اس کی تردید و تنقید میں کتابوں کے دفاتر لگے ہوئے ہیں اور یہ مناسب نہیں لگتا کہ ہم ان دلائل کو یہاں نقل کریں، البتہ اتنا کہیں گے کہ نہایت موٹے سے عام اصول کی بنا پر بھی اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا، سرمایہ دار منافع کے نام سے جو چیز وصول کرتا ہے وہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خطرہ کے عوض ہے جو وہ نفع کے ساتھ نقصان قبول کرنے کا لیتا ہے۔ اگر مولانا کے اصول کے مطابق صاحب سرمایہ کو اپنے سرمایہ پر فرسودگی کا حق ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی محنت کا وہ بدلہ ہو جو معروف طور پر مل سکتا ہو تو نقصان کی صورت میں وہ نقصان کس کو ہوگا، کیونکہ اگر نفع کا حق اجیر کو ہے تو پھر نقصان بھی اُسے ہی قبول کرنا چاہیئے۔ اِس کو ایک مثال سے یوں سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کسی کاروبار میں ایک شخص ۱۰۰ روپے کا خام مال، اور ۲۰۰ روپے کی مشینری لگائے، ماہ بھر خود کام کرے جس کا معاوضہ اسے ۵۰۰ روپے ملنا چاہیئے، اِس کے علاوہ وہ ایک ملازم بھی رکھے جو اُس پر کام کرے، اور یہ کہ اِس مال کی تیاری میں پوری کی پوری مشینری صرف ہو جائے، ملازم کا معاوضہ ۳۰۰ روپے ماہوار طے پائے۔ اَب فرض کیجئے کہ تیار شدہ مال ۱۲۰۰ روپے میں فروخت ہو تو اس صورت میں کاروباری شخص کا منافع ۱۰۰ روپے ہوگا (علاوہ ۵۰۰ روپے اُس کی انتظامی محنت کے معاوضے کے)، مولانا کے نظریئے کے مطابق یہ ۱۰۰ روپے بھی مزدور کو ملنے چاہئیں کیونکہ اُسی کی محنت سے یہ قدر زائد پیدا ہوئی ہے، اب ایک دوسری صورت فرض کیجئے اگر یہ چیز ۱۰۰۰ روپے میں فروخت ہو تو اس پر ۱۰۰ روپے نقصان ہوگا، مولانا کے نظریئے کے مطابق تو پھر یہ نقصان بھی مزدور ہی کو برداشت کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا (اور مولانا کبھی بھی اسے پسند نہ کریں گے کہ مزدور کو ۳۰۰ روپے کے بجائے اب ۲۰۰ روپے ملیں) تو پھر یہ نقصان کون برداشت کرے؟ اصل بات یہ ہے کہ محنت کا نظریۂ قدر زائد تقاضا کرتا ہے، کہ آزاد منڈی کا تصور بھی ساتھ ہی ختم ہوتا کہ اجرتیں اور قیمتیں مرکزی طور پر مقرر کی جا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس نظریئے کو قبول کرتے ہی پورا کا پورا کمیونزم در آئے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ یہ مسئلہ معاشی محرک کا مسئلہ ہے، اگر انسانی تاریخ پر غور کیا جائے تو تمام ادوار میں اور تمام قوموں میں نفع کا حصول بنیادی معاشی محرک رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اِسی محرک کی بنیاد پر قائم ہے، اشتراکیت نے پہلے پہل اِس بنیادی محرک کے خلاف آواز بلند کی چنانچہ اشتراکی ممالک میں تمام وسائل حکومت کے قبضے میں آنے کے بعد انھوں نے نظریۂ قدر زائد کے تحت تمام زائد پیداوار کو مزدوروں میں تقسیم کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ عملاً کیا کچھ ہوا یہ تو ایک دوسری داستان ہے بہرحال اگر مان لیا جائے کہ ویسا ھی ہوا جیسا نظریہ تھا، تب بھی آہستہ آہستہ روس، چین، یوگوسلاویہ، پولینڈ وغیرہ ممالک میں اِس کا اعتراف کیا جانے لگا ہے کہ ذاتی معاشی محرک کے بغیر پیداوار کی کمیّت اور قدر میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اِن ممالک میں جو چھوٹا سا پرائیویٹ سیکٹر ہے اُس کی متناسب پیداوار سرکاری سیکٹر سے کئی گنا زیادہ ہے، لہذا معاشی محرک کے طور پر منافع کو ناجائز قرار دینا نہ صرف بنیادی انسانی نفسیات کے منافی ہے بلکہ عملی معاشیات کے اعتبار سے بھی کوئی زیادہ مناسب نہیں ہے۔

اس موقع پر یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اسلام میں منافع کو معاشی محرک کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے، انسانوں میں مال اور متاع کی جو محبت فطری طور پر موجود ہے اس کا بیان قرآن میں بھی آیا ہے (مثلاً سورۃ آل عمران: ۱۴) انسانی تاریخ کا عام مشاہدہ بھی یہی ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اسلام اور سرمایہ داری نظام میں کیا فرق ہے، تو عرض یہ ہے کہ اسلام نفع کے محرک کو اُسی طرح تسلیم کرتا ہے جس طرح جنس، غصہ، بھوک، پیاس جیسی جبلتوں کو۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسلام نفع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے محرک کو بھی کنٹرول کرتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح دوسری جبلتوں کو ، لیکن سرمایہ دارانہ نظام منافع کے محرک کو کنٹرول نہیں کرتا بلکہ اُس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور لوگوں کو اُس کی ترغیب دیتا ہے، اِس بظاہر بال برابر باریک فرق سے عملی دنیا میں بالکل دو مختلف نظام وجود میں آتے ہیں ۔

باقی رہا مسئلہ کہ کاروباری شخص اپنا معاوضہ اُس طرح سے طے کر لے جیسے کہ وہ کوئی تنخواہ دار منیجر رکھے تو اُسے ادا کرے، یہ بھی ایک کمزور بنیاد ہے ، ہر منیجر اپنی صلاحیتوں کی بنا پر مختلف ہوتا ہے ۔ ایک شخص اپنی قابلیت ، دور اندیشی ، مستعدی سے ایسے فیصلے کر سکتا ہے جس سے کاروبار کو بے حد نفع ہو اور دوسرا منیجر اِس کو نقصان میں دھکیل سکتا ہے ۔ دونوں قسم کے منیجروں کا معاوضہ ایک جیسا کیسے ہو سکتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ کاروبار کی منفعت بخشی منیجر کی صرف محنت سے نہیں بلکہ اُس جذبہ سے بھی منسلک ہے جس کے ساتھ وہ کاروبار میں شریک ہوتا ہے، ایک مالک اور تنخواہ دار کی پیداواری قوت یکساں نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ان کے معاوضے ۔ ویسے بھی اِس طرز عمل سے ہم تو مالکوں کو مزدور بنانے کے عمل میں لگ جائیں گے جب کہ شاید خود مولانا مزدور کو مالک بنانا چاہتے ہیں۔

۔ چند ضمنی مباحث

(۱) ۔ مولانا نے بہت تفصیل سے مکہ مکرمہ کے مکانات پر کرایہ کی حرمت پر بحث کی ہے (ص ٦٨ ۔ ۷۱) ۔ اُس کے بعد خود ہی یہ نکتہ بھی اٹھایا ہے کہ مکہ مکرمہ کی مخصوص حیثیت کی وجہ سے ایسے احکامات بیان ہوئے ہیں ۔ اِس کا لازمی اور منطقی نتیجہ تو یہ تھا کہ کہا جاتا کہ مکہ مکرمہ کے مخصوص حالات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی وجه سے وهاں کے مکانوں کا کرایه جائز نهیں لیکن دوسری جگهوں میں چونکه یه مخصوص حالات نهیں هیں لهذا وهاں جائز هوگا لیکن اِس کے برعکس مولانا نے یکدم ایک متضاد بات لکهه دی ۔ فرماتے هیں : ,,لیکن اِس ممانعت سے یه مطلب لینا هرگز درست نهیں هو سکتا که مکه مکرمه کے علاوه دیگر مقامات کے مکانوں کا کرایه جائز بمعنی مستحب اور مباح هے کیونکه یه مفهوم مخالف پر مبنی هے اور مفهوم مخالف کا اُس وقت تک اعتبار نهیں جب تک کوئی اور دلائل و شواهد موجود نه هوں جو یهاں موجود نهیں ۔ ,, (ص ۷۱) ۔

مولانا کی یه دلیل هماری سمجهه سے باهر هے ، مکه مکرمه میں اُس کی مخصوص حیثیت کی وجه سے اگر مکانوں کا کرایه ناجائز هے تو دوسرے مقامات جهاں یه مخصوص صورت حال نهیں هے مکانوں کا کرایه جائز هونا چاهیئے ۔

(ب) ۔ مولانا نے چند احادیث سے بهی کرایه کی حرمت کیلئے استدلال کیا هے مثلاً ایک حدیث میں آیا هے،، ولا تبنوا ما لا تسکنونه

اِسی طرح ایک دوسری حدیث کا اقتباس یوں نقل کیا هے : ,,عبدالله بن مسعود نے روایت کرتے هوئے کها که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جو شخص کفالت و ضرورت سے زیاده مکان بناتا هے قیامت کے دن اِسے کها جائے گا که اسے اٹهاؤ،، (ص ۷۲) یه دونوں حدیثیں جو حکم بیان فرما رهی هیں وه تو صرف اتنا هے که ضرورت سے زیاده مکان نه بناؤ ۔ یه بات بالکل ٹهیک هے ۔ اگر کوئی شخص مکان بناتا هے اور کسی کو کرایه پر نهیں دیتا تو بلاشبه اس بات کا مرتکب هو رها هے که اس نے ضرورت سے زائد وسائل کو روک رکها هے نه خود استعمال کر رها هے اور نه هی کسی اور کو دے رها هے ۔ جب تک مکانات معاشرے میں کسی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی کام آ رہے ھیں اُس وقت تک انھیں ضرورت سے زائد نہیں کہا جا سکتا ۔ بہرحال ان احادیث سے کرایہ کی ممانعت کا حکم نکالنا خوامخواہ کی زبردستی ہے ۔

(ج) ۔ مولانا نے اثاثہ جات کے کرایہ کو بیع الصبرہ پر قیاس کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ چونکہ کرایہ والی اشیاء کی جو مقدار صرف ہو جاتی ہے وہ مجہول رہتی ہے لہذا اُس کا معاوضہ بھی ایسا ھی ہے جیسے غلّے کے ڈھیر کی فروخت بغیر ناپ تول کے ۔ قیاس مع الفارق کی اس سے بڑھ کر مثال ملنا مشکل ہے ۔ کہاں غلّہ کی فروخت اور کہاں اثاثہ جات کا کرایہ ۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ھیں کہ کرایہ صرف فرسودگی کا معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ وہ متعدد عوامل کے باھمی عمل کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے لہذا اسے فرسودگی کے مجہول ہونے کی وجہ سے غلّے کے ڈھیر کی بیع سے مماثل قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ مزید براں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ھیں کہ خود انسانی محنت کی اجرت کو بھی کسی مادی پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا بلکہ کرایہ کی طرح اُس کا تعیّن بھی بہت سے عوامل کے باھمی عمل سے ہوتا ہے ۔

خلاصۂ کلام

آخر میں ہم اتنا عرض کریں گے کہ مولانا محمد طاسین کا یہ مؤقف کہ اثاثہ جات کا کرایہ مکروہ تحریمی ہے نہ تو عقلی دلائل سے ثابت ہوتا ہے اور نہ ھی انسانی تاریخی شواھد سے ۔ مولانا نے بلا ارادہ اشتراکیت کے معاشی مسلک کو اسلام سے پیوند کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اس سے پہلے اسلامی معاشیات ، کے نام پر جتنا کام ہوا ہے اُس کا بہت بڑا حصّہ اسلام میں سرمایہ داری نظام کی پیوند کاری کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا ، مولانا محمد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طاسین صاحب دوسری حد پر پہنچ گئے ھیں ۔ هم سمجھتے ھیں که اسلامی معاشی نظام کے خدوخال ظاهر کرنے کیلئے همیں ابھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے بالخصوص کسی ایسی کاوش کی جو اسلام کو دوسرے جاھلی نظاموں سے ممیّز کر کے دکھا دے، جب تک ایسا نہیں ہوتا همارا ایک انتہا سے دوسری انتہا تک بھٹکتے رهنا قرین قیاس رہے گا ۔

●●●

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com